 

30-06-2018

رجب طیب اردوان کی فیصلہ کُن فتح

مفتی منیب الرحمٰن

سلطنتِ عثمانیہ کے زوال اور مصطفی کمال اتاترک کے ترکی کو سیکولر ریاست قرار دینے اور اسلامی شعائر کو مٹانے کی ہر ممکن سعی کرنے کے سو سال کے اندر ترکی نے کروٹ بدلی ہے اور اگرچہ آج بھی آئینی اعتبار سے ترکی ایک سیکولر اسٹیٹ ہے، لیکن عملاً سیکولرازم کی گرفت کمزور پڑ رہی ہے اور مذہب کی گرفت روز بروز مضبوط ہو رہی ہے، تبدیلی کے آثار ''دیدۂ کور'' کے علاوہ سب کو نظر آتے ہیں۔ رجب طیب اردوان نے استنبول کی میئر شپ کے دوران اپنی کارکردگی سے لوگوں کو متاثر کیا اور پھر وہ ملک کی وزارتِ عظمیٰ اور صدارت کے منصب تک پہنچے اور اپنے راستے کی ہر رکاوٹ کو کامیابی سے عبور کرتے چلے گئے، اُن پر آخری وار فوجی بغاوت تھی، جس پر انہوں نے عوام کی اپنی ذات اور جمہوریت سے والہانہ وابستگی کے طفیل قابو پالیا، لوگ بے اختیار گھروں سے نکل آئے اور فوجی ٹینکوں کے آگے لیٹ گئے اور فوج اپنے عوام کے سامنے بے بس ہو گئے۔ ترکی میں سیکولرازم کی کسٹوڈین فوج اور عدالت تھی، انہوں نے آخرِ کار ان اداروں پر قابو پالیا اور انہیں جمہور اور جمہوریت کے تابع کر دیا۔ بزعمِ خویش ترکی کے ایک مُصلح رہنما فتح اللہ گولن نے پہلے رجب طیب اردوان کا ساتھ دیا اور پھر اُن کے مخالف ہو گئے، انہوں نے اعلیٰ معیار کے تعلیمی اداروں کا جال پھیلا کر ایک پوری نسل تیار کی اور اُسے فوج، عدلیہ اور انتظامیہ میں کامیاب حکمتِ عملی کے تحت داخل کر دیا تاکہ جب وہ کوئی اقدام کریں تو ریاست کے تمام ستون اُن کے ہم آواز ہوں، لیکن رجب طیب اردوان نے اُن کی ''حزمت تحریک'' کو بھی قابو کر لیا۔

انہوں نے ملک کو پارلیمانی نظام سے ایسے صدارتی نظام میں تبدیل کر دیا ہے، جس میں صدر کا منصب بہت سے اختیارات کا حامل ہے اور اب وہ نظام میں جو بھی اصلاحات لانا چاہیں، اُن کی راہ میں بظاہر کوئی آئینی اور قانونی رکاوٹ نہیں ہے۔ تقریباً ترپن فیصد ووٹ لے کر وہ پہلے ہی مرحلے میں صدارتی انتخاب جیت چکے ہیں اور اُن کے قریب ترین حریف محرم اِنجے کے حاصل کردہ ووٹ اُن سے بیس فیصد کم ہیں اور انہوں نے کھلے دل سے اپنی شکست کو تسلیم کر لیا ہے۔ مغربی میڈیا رجب طیب اردوان کے خلاف پروپیگنڈے کا طوفان برپا کیے ہوئے تھا اور مغرب کی آنکھ گہری نظر سے ان انتخابات کا جائزہ لے رہی تھی، لیکن انتخابات میں دھاندلی کے حوالے سے کوئی بڑا الزام سامنے نہیں آیا، اس کے واضح معنی یہ ہیں کہ یہ انتخاب صاف اور شفاف تھے۔ رجب طیب اردوان نے اپنے آپ پر اور اپنے عوام پر اعتماد ہی کے سبب ایک سال پہلے صدارتی اور پارلیمانی انتخابات منعقد کرا دیے اور ترک عوام نے انہیں اس اعتماد میں سرخرو کر دیا، یہ

غیر معمولی واقعہ ہے۔ رجب طیب اردوان اور اُن کے خاندان پر بدعنوانی کے الزامات بھی لگے، ہم پاکستان میں بیٹھ کر اُن الزامات کی نفی یا اثبات نہیں کرسکتے، لیکن ترک عوام نے اُن الزامات کو یکسر اہمیت نہیں دی اور اپنا فیصلہ اُن کے حق میں صادر کردیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ عوام کی نظر میں ترجیح الزامات کو حاصل نہیں ہوتی، بلکہ عوام یہ دیکھتے ہیں کہ کسی کا اقتدار اُن کے لیے فیض رساں ہے یا نہیں، جسے ہمارے ہاں سیاسی اصطلاح میں ''Delivery'' سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ سو بلا مبالغہ کہا جاسکتا ہے کہ رجب طیب اردوان نے نہ صرف اپنے وطن کے اندر اپنے حریفوں کو شکست دی، بلکہ اہلِ مغرب کے میڈیا اور اُن کی امنگوں کو بھی شکست دی، جبکہ ترکی مغرب کا ہمسایہ ہے اور جزوی طور پر یورپ کا حصہ بھی ہے۔

ترکی کی معیشت بیمار تھی، ترک کرنسی (سکۂ رائج الوقت) لیرا بے توقیر تھا، ''لیر'' یعنی کپڑے کے چھوٹے ٹکڑے یا چیتھڑے کو کہتے ہیں، سو ترک لیرا، اپنی بے توقیری کے سبب لیر لیر تھا، یعنی درزے کے کپڑے کے پھینکے ہوئے کترن کی طرح تھا۔ مگر رجب طیب اردوان نے ترکی کی معیشت کو مستحکم کیا، اپنی کرنسی کو باوقار بنایا، آئی ایم ایف کے چنگل سے ملک کو نکال دیا اور آئی ایم ایف سے اُن کی شرائط پر کچھ لینے کی بجائے انہیں کچھ دینے کی پیشکش کردی، ملک کو جی ٹوئنٹی یعنی دنیا کی بیس بڑی معیشتوں کا رکن بنادیا اور اب انہوں نے اپنا ہدف اُس سے بہت بلند مقرر کیا ہے۔ 2008 میں عالمی معیشت کو جو دھچکا لگا، تو امریکہ و یورپ سمیت دنیا کے اکثر ممالک کی معیشتیں ڈانواں ڈول ہوگئیں، لیکن ترکی اس سے متاثر نہیں ہوا۔ ہمارے وطنِ عزیز کے بعض لبرل دانشور، جو ترکی کے دورے کرچکے ہیں، بھی فتح اللہ گولن کے اسیر ہیں۔ لیکن ہمارے لیے حیرت کا باعث یہ امر ہے کہ وہ امریکہ میں عیش وعشرت کے ماحول میں رہ رہے ہیں، اپنے لوگوں کے درمیان ترکی میں موجود نہیں ہیں اور امریکہ و مغرب اُن کے پشتیبان ہیں، سو اہلِ مغرب جس کے پشتیبان بن جائیں، وہ مسلمانوں کا رول ماڈل یا مثالیہ (Hero) کیسے قرار پاسکتا ہے، اسی لیے ترکی میں فتح اللہ گولن کی فکر کے حامیوں کو ''گولنسٹ'' کہا جاتا ہے، تاہم لمحۂ موجود میں رجب طیب اردوان نے اپنے تمام داخلی اور خارجی مخالفین پر فتح پالی ہے، مستقبل کے پردوں میں کیا مستور ہے، غیب کا علم اللہ کے پاس ہے۔

ترک چونکہ ایک قوم ہیں اور ترک قوم البانیہ سے لے کر سنکیانگ تک پھیلی ہوئی ہے، جغرافیائی اعتبار سے بھی ملک اور علاقے آپس میں مربوط ہیں، لہٰذا عالمی سیاست میں ترکی کی برتری کے امکانات (Potential) اور مواقع (Opportunities) موجود ہیں۔ ترکی ہر سال نمازِ تراویح کی امامت کے لیے تقریباً ایک ہزار بہترین حفاظ وقرّاء کرام یورپ اور ایشیائے وُسطیٰ کے ممالک میں اپنے خرچ پر بھیجتا ہے اور یہ اُن خطوں کے ساتھ مذہبی رشتے استوار کرنے کا ایک بہترین ذریعہ ہے۔ سوویت یونین کے زوال کے بعد سلفیوں نے ایشیائے وُسطیٰ کے ممالک میں نفوذ کی کوشش کی، لیکن چونکہ وہ سرمائے کے بل پر اپنی فکر اور مذہبی نظریہ بھی برآمد کرتے ہیں اور اُس زمانے میں جہاد اور سلفیت لازم وملزوم تھے، اس لیے وہاں کے حکمران اس سے بدک گئے، الرجک ہوگئے اور اس کا نقصان یہ ہوا کہ انہوں نے تمام مذہبی طبقات پر پابندی عائد کردی، ازبکستان میں اٹھارہ سال تک کے نوجوانوں کا مساجد میں داخلہ بند کردیا گیا۔ لیکن ترکی کے اثرات کے پھیلاؤ میں ایسی کوئی بات حائل نہیں ہے اور ترک نسل کے تمام خطے مسلکاً حنفی ہیں، اس لیے مسلکی خلافیات کے خدشات بھی کم ہیں، اگرچہ سلفی اپنے انداز میں اپنے نظریات کے حامل لوگ ہر جگہ حکمت وتدبیر کے ساتھ تیار کرتے رہتے ہیں۔

رجب طیب اردوان نے نرسری سے لے کر یونیورسٹی کی سطح تک معیاری تعلیم کو عام کیا اور معاشرے کے زیریں طبقات کے لیے

اعلیٰ تعلیم کے دروازے کھول دیے، سب کو یکساں علاج کے مواقع فراہم کیے ہیں، ترک عوام کی اوسط آمدنی میں اضافہ ہوا ہے، داخلی امن وامان کی وجہ سے ترکی کی قومی آمدنی کا ایک بڑا حصہ سیاحت ہے، دنیا بھر سے وہاں سیاح آتے ہیں اور اُن کے ذریعے سیاحت، ہوٹلنگ، مترجمین (Interpreters) اور کاروباری طبقات کے لیے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔ رجب طیب اردوان شام کے قضیے میں بھی کافی حد تک ملوث ہیں، انہوں نے شامی مہاجرین کا بوجھ بھی اپنے سر لے رکھا ہے اور اس حوالے سے وہی کردار ادا کر رہے ہیں جو پاکستان نے جہادِ افغانستان کے زمانے میں ادا کیا تھا اور جس کے اثرات سے ہم ابھی تک نکل نہیں پائے، مجھے خدشہ ہے کہ کہیں ترکی بھی اس حوالے سے ایک ناقابلِ حل صورت سے دوچار نہ ہوجائے، ترکی کے لیے کردوں کا مسئلہ ہمیشہ سے رہا ہے اور اب بھی ہے۔ طیب اردوان پر آمریت اور شخصی نمود کا بھی الزام لگایا جاتا ہے، کہا جاتا ہے کہ میڈیا بھی پوری طرح آزاد نہیں ہے، لیکن بعض اوقات خیرِ غالب برائیوں پر پردہ ڈال دیتی ہے اور شاید جناب طیب اردوان کے حق میں بھی ایسا ہی ہو رہا ہو۔

جناب طیب اردوان مسلم دنیا کے واحد حکمران ہیں کہ جنہوں نے حالیہ برسوں میں امتِ مسلمہ کے مظلومین کے حق میں توانا آواز بلند کی ہے اور اس ضمن میں امریکہ اور مغرب کی ناراضی کی پروا نہیں کی، یہی وجہ ہے کہ مسلمانانِ عالَم انہیں احترام اور محبت کی نظر سے دیکھتے ہیں، وہ ایک علامت اور استعارہ بن چکے ہیں، کیونکہ مسلم دنیا میں کوئی بھی اس حوالے سے اُن کا ہمسر اور نظیر نہیں ہے۔ ظاہر ہے اتنی واضح اور جارحانہ خارجہ پالیسی وہی رہنما اختیار کرسکتا ہے جو عزیمت واستقامت اور قوتِ ایمانی سے معمور ہو، ورنہ مصلحت اندیش حکمران ہمیشہ امریکہ اور مغرب کے زیرِ اثر رہتے ہیں، انہیں نہ مغربی آقاؤں کے حضور پذیرائی ملتی ہے اور نہ ہی مسلمانانِ عالَم کے دل میں وہ محبت واحترام کی جگہ بنا پاتے ہیں۔ کسی ملک کے حالات کی مکمل حقیقی اور ہر لحاظ سے جامع تصویر وہی پیش کرسکتا ہے، جو ملک کے اندر جائے، عام آدمی اور تمام طبقات سے گھل مل جائے اور ان کے دل ودماغ میں اتر کر احوال سے آگاہی حاصل کرے۔ ہمارے سامنے میڈیا کے ذریعے جو تصویر آتی ہے، ہم اُسی پر قناعت کرنے پر مجبور ہیں۔ میں بارہا لکھتا رہا ہوں کہ دنیا کو ہم پر اعتبار نہیں ہے، اس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ فائننشل ایکشن ٹاسک فورس، جس میں ہمارے دوست ملک بھی شامل ہیں، نے ہمیں گرے لسٹ میں ڈال دیا ہے، یعنی ہم نے اپنے کردار کے بارے میں جتنی صفائی پیش کی، انہوں نے اسے پذیرائی نہیں بخشی، ہم پر اعتبار نہیں کیا، بلکہ ہمیں مشتبہ قرار دیا ہے تاوقتیکہ ہم اپنے عمل سے اپنے آپ کو لگائے گئے الزامات سے پاک صاف ثابت نہ کردیں۔

سرِ دست آپ اپنے وطنِ عزیز میں منعقد ہونے والے ''شفاف اور غیر جانبدار'' انتخابات کا لطف اٹھایئے، نظارا کیجیے، اس کی ضمانت نگران حکومت، مقتدر اداروں اور عدلیہ نے دے رکھی ہے۔ یہ شش بلکہ ہشت جہات سے شفاف ہیں، سب چیز ہر جانب سے آر پار شفاف نظر آرہی ہے۔ ممدوحِ ملت جناب شیخ رشید نے پاکستان کی انتخابی تاریخ میں پہلی بار پولنگ کا وقت رات بارہ بجے تک اور پی ٹی آئی نے رات آٹھ بجے تک بڑھانے کا مطالبہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اور ہم نے رات کو پردہ پوش بنایا ہے، (النبا: 10)''۔ سو رات کی پردہ پوشی میں مثبت نتائج کے امکانات مزید روشن ہوجائیں گے، کیونکہ اچانک بجلی غائب ہونے پر تو سب کو یقین ہے۔

(روزنامہ دنیا، 30 جون 2018ء)